فقہ العقائد

قوانین فطرت اور معجزات

علامہ اصغر علی روحی

قانون فطرت کیا چیز ہے

عام استعمال میں لفظ فطرت کو انگریزی زبان کے لفظ نیچر کا مترادف خیال کیا گیا ہے۔لغت کی رو سے گو ہر دو الفاظ کی وسعت مفہوم میں کچھ فرق ہو۔مگر اصطلاحا ہر دو ہم معنی سمجھے گئے ہیں اس لئے قانون فطرت اور لا آف نیچر کا مفہوم ایک ہی ہے۔لفظ کائنات کے مفہوم میں ہر ایک قسم کی موجودات مادی اور غیر مادی داخل ہے۔اس لئے وہ تمام مجموعہ قوانین جو افراد کائنات پر حاوی ہوتا ہے اور جس کو خداوند کریم نے اپنی حکمت کاملہ سے اس سلسلہ موجودات کے قیام کی خاطر معین کیا ہے۔قوانین فطرت کے نام سے موسوم ہے۔

قوانین فطرت سے صانع مطلق کی ہستی کا ثبوت

قانون فطرت سے اس امر کا استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اس قانون کا کوئی واضع ہے جو ایک مستقل اور بلا قید ارادہ پر اس قانون کو اپنے قبضہ قدرت میں سنبھالے ہوئے ہے اگر ہم ایسے وجود کی ضرورت کا اقرار نہ کریں تو سلسلہ کائنات ایک ایسا گورکھ دھندا ہو جاتا ہے جس کے حل کرنے کے لیے یا یوں کہو کہ انسانی فطرت کے اطمینان کے لئے کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔علاوہ ازیں بعثت انبیاء علیہم السلام اور ایک آئندہ ہستی اور اس کے ثواب وعقاب وغیرہ امور کی تعلیم محض عبث تسلیم کرنا پڑیگی۔مگر ہم ایک غیر متبدل ارادی ہستی کے وجود کا یقین اسی قانون فطرت سے حاصل کرتے ہیں اس لئے قوانین فطرت ہمارے ایک قطعی استدلال کا ماخذ ہیں۔

قوانین فطرت کی فوقیت

قوانین فطرت میں ایک زبردست مخفی طاقت ہے جس کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی بلکہ یہ خود دیگر تمام طاقتوں پر ہمیشہ غالب رہتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان قوانین کا منبع وہی ہستی مطلق ہے جس کو ذات باری کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان قوانین فطرت کو قوانین الہیہ بھی بول دیا کرتے ہیں۔

☆تیقن ان کل من تعاملھم من اخ وابن وزوجۃ،قریب وصدیق، لا یخلو من عیب،فوطن نفسک علی تقبل الجمیع.☆

فطرت معلم اول ہے

قوانین فطرت ہر ایک چیز کے وجود کے ساتھ ہی موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہر ایک قسم کی موجودات پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک چیز اپنے مقتضائے فطرت کے مطابق اپنے کمال کو حاصل کرتی ہے۔ آیہ قل کل یعمل علی شاکلتہٖ کا یہی مطلب ہے۔ چونکہ ہر ایک چیز کی فطرت اس کے وجود سے علیحدہ نہیں ہوسکتی اس لئے وہ قوانین جو اس کی فطرت میں وویعت رکھے گئے ہیں اس چیز کے لیے آغاز وجود ہی سے معلم کا کام دیتے ہیں۔ چنانچہ فطری امور میں کبھی کسی خارجی معلم کی ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اس چیز کا وجود ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ قوانین فطرت کا تابع ہے۔ دیکھو کس زور کے ساتھ آیہ اعطی کل شی خلقہ ثم ھدی میں مذکورہ بالا یقینی امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

کیا فطرت میں کسی قسم کی غلطی داخل ہوسکتی ہے

بعض جہال فلاسفہ یہ خیال کرتے ہیں کہ قوانین فطرت کے عمل میں کئی ایک غلطیاں پائی جاتی ہیں مثلاً کسی بچہ کا شکم مادر سے اندھا یا اپاہج پیدا ہونا قانون فطرت کی غلطی کی نمایاں مثال ہے۔ مگر درحقیقت یہ ایک قسم کا دھوکا ہے۔ کیونکہ قانون فطرت کو اس خدائے خالق السموات والارض نے وضع کیا ہے جو کامل علم اور کامل حکمت کا مالک ہے اس لئے نفس قانون میں کسی قسم کی غلطی کا ہونا اس کے علم وحکمت کا منافی ہے کیونکہ قوانین فطرت کا فیضان تمام کائنات کو یکساں پہنچ رہا ہے۔ جس کے قبول کرنے میں سب اشیا بلا تفاوت شامل ہیں۔ البتہ محل قابلیت یعنی اشیا استعداد میں یکساں نہیں جس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ قانون فطرت کا فیضان تمام اشیاء پر یکساں نتیجہ پیدا نہ کرے۔ مثلاً بارش بجائے خود مفید شئی ہے مگر مختلف قسم کی اراضی میں اس کا ایک ہی نتیجہ نہیں ہوتا۔ پس جس امر کو یہ لوگ قانون فطرت کی غلطی پر محمول کرتے ہیں۔

درحقیقت استعداد اشیاء کی طرف منسوب ہونا چاہئے۔ مگر اس اعتراض کا ایک اور باریک جواب بھی ہے جس کی حقیقت کو کم لوگ ادراک کرسکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جن اشیاء کو ہم ناقص یا کامل کہتے ہیں ان میں نقصان یا کمال کا اعتبار محض ایک اضافی امر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اشیاء کے اعتبارات یا اوصاف کو بالکل نظر انداز کردیں تو ان کی حقیقت میں کچھ فرق نہیں آتا کیونکہ اوصاف یا اعتبارات اشیاء کی حقیقت میں داخل

☆ الزم الموھبۃ التی اعطیتھا والعلم الذی ترتاح لہ، والرزق الذی فتح لک، والعمل الذی یناسبک. ☆

نہیں بلکہ امور خارج از حقیقت کا نام ہے اس لئے کوئی چیز فی حد ذاتہ ناقص نہیں ورنہ ذات باری کا وصف نقصان سے متصف ہونا لازم آتا ہے۔مگر چونکہ اس کی ذات محض خیر ہے اس لئے جو چیز اس کے علم وارادہ پر وجود پذیر ہوتی ہے وہ بھی محض خیر ہوتی ہے اس کا ناقص وکامل ہونا ہمارے اعتبار ولحاظ پر موقوف ہے نہایت باریک غور ہمیں اس امر کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ جن اشیاء کو ہم ناقص خیال کرتے ہیں وہ بھی وصف کمال سے متصف ہیں۔کیونکہ کمال کا ہم صرف کسی خاص حالت میں حصر نہیں کرتے بلکہ اس کو ایک وسیع معنے میں لیتے ہیں۔اس لئے ہم کہ سکتے ہیں کہ جس وصف کو ہم کسی چیز کے لئے موجب نقصان سمجھتے ہیں وہ کسی دوسری ایسی صورت میں کمال کہلاسکتی ہے جس کو ہم نے اپنے ناپسند طبیعت سمجھ کر موجب نقصان سمجھا ہے لیکن ہم کیا جانتے ہیں کہ صانع کی حکمت کاملہ کا اظہار اس معین صورت میں اس طرح پر ہوسکتا ہو۔کہ کوئی دوسری صورت اس کے لئے کافی نہ ہوتی۔غور کرو کہ خداوند تعالی کے اسماء حسنی کس طرح متضاد معانی کا پتہ دیتے ہیں جہاں وہ اول ہے آخر بھی ہے۔جہاں ظاہر ہے باطن بھی ہے علی ہذا القیاس مگر ہر دو متضاد اسم مختلف اعتبارات سے اس کے کمال ذات کا اظہار کرتے ہیں[۲]۔

انسان صرف قانون فطرت کی پیروی میں کمال حقیقی کو پاسکتا ہے

حدیث **کل مولود یولد علی الفطرۃ**[۳]۔ میں لفظ فطرت سے انسان کی وہ طبعی حالت مراد ہے جس سے انسان ہر ایک امر کی علت دریافت کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔چونکہ علم سے انسان اعلی سے اعلی مراتب کمال کو حاصل کرسکتا ہے اور علم حقائق اشیاء کے جاننے کا نام ہے چنانچہ حضور علیہ السلام کی ایک دعا کے الفاظ یہ ہیں۔**اللھم ارنا حقائق الاشیاء کماھی**[۴] اور حقائق اشیاء کا علم بدوں سلسلہ علت ومعلول کی پیروی کرنے کے حاصل نہیں ہوسکتا۔اور سلسلہ علت ومعلول عین قانون فطرت کا نام ہے۔اس لئے منطقی طور پر یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ انسان صرف قانون فطرت کی پیروی میں کمال حقیقی کو حاصل کرلیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو لوگ طریق استدلال کو حاصل نہیں کرتے کبھی علمی کمالات میں محقق نہیں ہوتے۔

قوانین فطرت لامتناہی ہیں

قوانین فطرت کو ہم محدود نہیں کرسکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے قوی محدود ہیں اور قوانین فطرت چونکہ ذات

باری کی قدرت کاملہ کا نتیجہ ہیں اور قدرت ذات باری غیر محدود ہے اس لئے محدود شئے غیر محدود شئے کا کبھی احاطہ نہیں کرسکتی۔ ہاں یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ ہم قدرت کو غیر محدود صرف اسی صورت میں کہ سکتے ہیں۔ جبکہ عقل جزئی سے جو عام انسانوں کو حاصل ہے ہم اس کا انداز کرنا چاہیں مگر عقل کلی جو انسان کامل یا بالفاظ دیگر انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتی ہے فطرت کی تمام جہات پر حاوی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آسمانی تعلیم حجت ناطق سمجھی جاتی ہے۔ اگر بعض احکام کی علت ہمیں مطلقا معلوم نہ ہو مگر اس کا تسلیم کرلینا ہمارا فرض ہے۔

قوانین فطرت میں تضاد حقیقی ممکن نہیں

یہ نہایت قابلِ غور مسئلہ ہے کہ قوانینِ فطرت میں حقیقی طور پر تضاد نہیں پایا جاتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ قوانین فطرت کا منبع ذاتِ باری تعالی ہے جو حقیقی وحدت کا مالک ہے پس جس طرح ذات باری تعالی کے اسماء حسنی میں ایسے اسماء ملتے ہیں جو متضاد ہیں اسی طرح ممکن ہے کہ قوانین فطرت میں بھی بظاہر تضاد موجود ہو مگر جس طرح اسماء حسنی میں مختلف اعتبارات کے رو سے تضاد حقیقی کا وجود ممکن نہیں اسی طرح قوانین فطرت میں بھی مختلف اعتبارات کے رو سے تضاد حقیقی نہیں پایا جاتا۔ مثلاً جس اعتبار سے ذات باری کو اول کہ سکتے ہیں اسی اعتبار سے آخر نہیں کہ سکتے علی ہذا القیاس تمام اسماء میں بھی اعتبار ملحوظ ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے اپنے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت عدمِ اختلاف بتایا ہے۔ اس لئے اگر کہیں کوئی قانون فطرت بظاہر کسی دوسرے قانون فطرت کا مخالف نظر آئے تو اختلافِ اعتبارات کی رو سے ان میں تطبیق دی جاسکتی ہے۔ اسی اصلِ عظیم پر خرقِ عادات یعنی معجزہ وغیرہ کا مسئلہ مبنی ہے مگر اس کی حقیقت کے سمجھنے کے لئے ایک نہایت دقیق اور لطیف فطرت کی ضرورت ہے جو اندھی تقلید اور تعصب کے زنگ سے بالکل پاک وصاف ہو۔

جولوگ حقیقتِ فطرت سے آگاہ ہوتے ہیں انہیں تعلیم انبیاء کے قبول کر لینے میں کچھ دقت پیش نہیں آتی۔

یہ امر مسلم ہے کہ فطرت ہمیشہ ایک عام میلان سے طبائع کو راستی کی طرف کھینچ لاتی ہے اس میں ایک مخفی طاقت ہوتی ہے جو تمام موانع پر غالب آجاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا سرچشمہ چونکہ وحدتِ حقیقی کے منبع سے پھوٹتا ہے اس لئے وہ ویسا ہی خوشگوار ہے جیسے قوانین فطرت۔ چنانچہ ایسے ہزاروں دنیا میں گذرے ہیں جنہوں

☆ اعلم ان الاحتمال دفن للمعائب، والحلم ستر للخطایا، والجود ثوب واسع یغطی النقائص والمثالب۔ ☆

نے اسرار فطرت کو تعلیم انبیاء علیہ السلام سے حاصل کیا ہے بلکہ یوں کہو کہ اسرار فطرت سے آگاہ ہونا یعنی معرفت ذات باری کا درجہ پانا سوائے اتباع تعلیم نبوت ممکن نہیں۔

اسلام عین فطرۃ اللہ ہے

یہ جملہ قدیم الایام سے مختلف عبارات میں زبان زد چلا آتا ہے اور صحیح ہے۔ چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول تعلیم ایک ہی تھے اس لئے وہ سب کے سب اسلام پاک کی تعلیم دیتے رہے اور چونکہ قرآن مجید تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول تعلیم کا جامع ہے اور آخری اور مکمل کتاب ہے اس لئے وہ ہر ایک قسم کے طریق استدلال کو پیش کرتا ہے جس سے اسرار فطرت کا پتہ چلتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ معرفت ذات باری کا بحر ناپیدا کنار ہے جس کی وسعت اور عمق کی انتہا کسی کو معلوم نہیں ہوسکی۔ یوں سمجھو کہ وہ ہر ایک قسم کی کائنات مادی۔ غیر مادی۔ ارضی۔ سماوی۔ ظاہری۔ باطنی کو مختلف پیرایوں میں بطور استدلال بیان کر کے ایک قطعی حکم یا نتیجہ پیدا کرتا ہے جس سے عبودیت اور الوہیت کی حقیقت کھلتی ہے اور بدوں اس کے دنیا میں کوئی تعلیم نہیں جو کسی جویائے حقیقت کے لئے موجب اطمینان ہو سکے۔ یہی حقیقت قوانین فطرت میں جلوہ گر ہے کہ وہ کسی صورت میں جلوہ گر ہوں۔ ہمارے اطمینان کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب ہم اسلام کو اصول فطرت کے معیار پر جانچتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اصول کلیہ جو اسلام پاک میں تسلیم کئے گئے عین اصول فطرت سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مثلاً مطلق مفہوم عبادت کی ضرورت ہمیں قوانین فطرت سے معلوم ہوتی ہے جس کے جزئیات کو شارع علیہ السلام نے بذریعہ وحی والہام وضع کیا۔ مگر نہایت دقیق غور ہمیں اس امر کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ ان جزئیات کی وضع بھی اصول فطرت پر مبنی ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں جو بحث کی گئی ہے وہ صرف قوانین فطرت سے متعلق تھی جس کا بطور تمہید معجزات کی بحث کے لئے ذکر کرنا ضروری تھا۔

قانون فطرت کے مفہوم کی توسیع

قانونِ فطرت کا مفہوم جیسا کہ ہم نے پیچھے لکھا ہے ہر ایک قسم کی موجودات مادی اور غیر مادی کے سلسلہ نظام پر حاوی ہے۔ یہ محض غلط ہے کہ ہم صرف انہیں چند محدود قوانین کو قانون فطرت سے تعبیر کریں جو بذریعہ روزمرہ

انسانی تجربہ ومشاہدہ کے پایہ ثبوت تک پہنچ چکے ہیں جس طرح کائنات مادی میں ہم ایک سلسلہ نظام کا یقین رکھتے ہیں اور اپنی عقل جزئی سے اس سے ایسے قوانین کا استنباط کرتے ہیں جن پر ہمیں اپنے روزمرہ معاملات کی سرانجام دہی میں اعتماد رہتا ہے اسی طرح کائنات غیر مادی میں ایک سلسلۂ نظامِ قوانین موجود ہے جس پر روحانی کمالات انسانی کا دارومدار ہے اگر ہم اس سلسلہ کی ضرورت سے انکار کردیں تو ولایت ونبوت والہام وغیرہ امور محض ایک فرضی ڈھکوسلا سمجھے جائینگے جن کی تصدیق کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ روحانی سلسلہ قانون کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ تمام کائنات مادی کا سلسلہ نظام اس کے مقابلہ میں ایک ذرہ کی حقیقت بھی نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ ایک پیش پا افتادہ بات ہے مادی کائنات بہرصورت محدود اور متناہی ہے اس لئے اس کا سلسلہ قوانین بھی محدود ہی ہونا چاہئے گوکہ انسان ضعیف البیان اس محدود کو بھی پورے طور پر نہیں سمجھ سکتا مگر حقائق غیر مادیہ جو اشیائے مادیہ سے اشرف واعلی ہیں ایک لامتناہی سلسلہ قانون کے تابع ہیں۔ جس کی کیفیت بجز انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے کوئی دوسرا نہیں پاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ موٹی عقل اور کثیف فطرت کے آدمی جنہیں صرف علوم ظاہری پر نظر ہے بسا اوقات ان حقائق کے متعسر الادراک ہونے کی وجہ سے انکار کردیا کرتے ہیں اس سلسلہ کی ضرورت پر مفصل بحث کرنے کے لئے اگر دفتروں کے دفتر سیاہ کردئے جائیں تو بھی ہم پورے طور پر عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ دراصل اس سلسلہ قانون کو سمجھنے کے لئے مسئلہ توحید ذات باری میں پورا پورا غور کرنا چاہئے کیونکہ مسئلہ توحید ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہے جس میں لاکھوں اور کروڑوں کائنات مادی کے سلسلہ ہائے قوانین مندرج ہیں چنانچہ آیہ **وما یعلم جنود ربک الا ھو ۵** میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یہ امر مسلم ہے کہ سلسلہ کائنات مادی ہمارے تمام ترقیات روحانی کی بنا ہے کیونکہ سلسلہ ادراک کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف نے بار بار مظاہر قدرت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور فی الحقیقت یہی طریق تعلیم انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے پس جس قدر ہم محسوسات سے معقولات کی طرف ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اسی قدر کمالات روحانی کے متعلق ہمارا دائرہ علم وسیع ہوتا چلا جاتا ہے اور جس طرح عالم مادی میں ہم اپنے حواس خمسہ کے مدرکات سے جسمانی کیفیات سے لذت پاتے ہیں کہ کس طرح ذات باری کو اس عالم مادی

کی اشیاء سے تعلق حاصل ہے۔اوراس کے آثار صفات کے ظہور میں کیا اسرار ومعارف مخفی ہیں۔اور کیونکر اشیاء موجودات ایک سلسلہ قانون وحدت کے اندر مقید ہیں کہ ایک ذرہ کائنات بھی اس سے خارج نہیں ہوسکتا اوراشیاء اوران کے خواص میں جو ربط حقیقی ہے اس کی اصلی حقیقت کیا ہے۔صاف ظاہر ہے کہ یہ وہ معارف وحقائق ہیں جن کو ہم اپنے علوم وفنون مروجہ کے رو سے ہرگز طے نہیں کرسکتے ۔بلکہ یہ انہیں پاک فطرت لوگوں کا حصہ ہے جو انبیاء علیہم السلام اوراولیاء عظام کی جماعت میں منسلک ہیں۔عارف کامل شیخ عبدالکریم بن ابراہیم جیلانی اپنی کتاب انسان کامل کی جلد دوم صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں۔**وھذا سر عجیب لایکادالعقل ان یقبلہ بل لایطیقہ لان العقل منوط بالحکمۃ والکشف منوط بالقدرۃ فلایعرفہ الاصاحب کشف** [۶] اگر عامہ ناس پر جوعموماً کمالات روحانیہ کا انکار کردیتے ہیں۔ان امور کا انکشاف ہوگیا ہوتا تو کبھی ان صداقتوں کا انکار نہ کرتے جن کی شہادت آیت اللہ اوراحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے زور کے ساتھ مل رہی ہے مثلاً حقیقتِ معجزہ کو جو بمقابلہ کمالاتِ نبوت ایک معمولی بات ہے۔عوام الناس صرف اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ انہیں اس کی کیفیت صدور کی حقیقی علم کا پتہ نہیں لگتا۔مگر جو شخص مدارج ولایت کو بمتابعت کاملہ سنت رسول حاصل کرچکا ہے اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ کس طرح نبی اللہ یا ولی اللہ اسماء صفات ذات کے آثار کا کامل مظہر ہوگیا ہوتا ہے اوراس نے کیونکر ان کا مقتضی پیدا ہوکر عالم کائنات میں تصرف کرنے کی قابلیت آجاتی ہے۔شیخ عبدالکریم رحمہ اللہ ایک مشہور صحیح حدیث سے اقتباس کرکے اس مطلب کی حسب ذیل توضیح کرتے ہیں۔

فاذا ظھر باحکامہ وتحقق العبد بحقیقۃ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصرہ بہ ویدہ التی یطبش بھا ورجلہ التی یمشی بھا ظھر الحق تعالی فی وجود ھذاالانسان فتمکن من التصرف فی عالم الاکوان [۷]۔

الغرض انبیاء واولیاء علیہم السلام کے کمالات کا عوام الناس نہ تو اندازہ لگاسکتے ہیں اور نہ ان کی زبردست طاقت سے باخبر ہوسکتے ہیں جو بارگاہ رب العزت سے انہیں بطور انعام دی جاتی ہیں۔یہ لوگ بظاہر زمینی ہوتے ہیں مگر ان کی پاک روح عالم ملائکہ سے بھی بالاتر ہوتی ہے وہ جس طرف نگاہ اٹھاتے ہیں اسی طرف خدا کا منہ پھر جاتا

ہے۔ جہاں قیام کرتے ہیں وہیں خیر وبرکات کا نزول ہونے لگتا ہے چونکہ بارگاہ منعم حقیقی سے خزائن رحمت کے مالک ہوجاتے ہیں اس لئے عوام الناس کے حق میں سراپا شفقت ومرحمت بن جاتے ہیں ان کا ہر ایک کام اللہ کا کام ہوتا ہے بظاہر وجود بشر کی صورت رکھتے ہیں مگر باطن میں قوی الہیہ کی معاونت ومبدم ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ دیکھو کہ آیہ وما رمیت اذرمیت ولکن الله رمی کس طرح بآواز بلند ان کے افعال کو افعال الہیہ ثابت کررہی ہے جس میں شک وشبہ کو کچھ بھی گنجائش نہیں۔ اگر تمہیں ان امور کی تصدیق کرنے میں تردد ہوتو تمہاری عقلمندی اس میں ہے کہ تکذیب نہ کرو۔ کیونکہ ان کی تکذیب خدا کی تکذیب ہے اور خدا کی تکذیب موجب ذلت دارین ہے۔ فانهم لایکذبونک ولکن الظلمین بآیات الله یجحدون ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دائرہ امکان میں ہزاروں ایسے امور ہیں جن کی تہ تک انسان نہیں پہنچتا۔ مگر ان کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ افلاطون کا قول اس بارے میں نہایت قابل قدر ہے وہ کہتا ہے[۷] قدسخ لی الوف من المسائل لیس لی علیها برهان اسی خیال پر ایک اور فلاسفر (اگر میری یادداشت غلطی نہیں کرتی تو غالباً شیخ بوعلی سینا) کہتا ہے۔ واذا جاءک امور ممالم یقرع سمعک من قبل فذره فی بقعة الامکان بہرصورت انکار کمالات ولایت ونبوت نشان شقاوت وخسارت ہے اس امر عظیم میں انسان کو بڑا محتاط رہنا چاہئے۔ کیونکہ بسا اوقات اپنے محدود علم کو کسی چیز کا معیار کامل سمجھ کر حقیقت الامر سے محروم رہ جاتا ہے۔

ہر کہ شد محرم دل درحرم یار بماند ۔ وآں کہ ایں کار ندانست درانکار بماند

خداوند کریم نے مراتب کمالات کو ہر ایک طبقہ موجودات میں تقسیم کیا ہے جن میں سے بعض کا علم عوام الناس کو حاصل ہوتا ہے اور بعض کا خواص الناس کو اور دیگر بعض انبیاء کو کما ورد فی بعض الاخبار ان للعلماء سرا ' وللخلفاسرا ' وللانبیاسرا ' وملائکه سرا والله تعالی من بعد ذلک کل سر (۸)۔ اور اس امر کا تسلیم کرلینا کہ انسان عقل جزئی سے امور روحانیہ کی حقیقت کو ہرگز نہیں سمجھ سکتا بالکل واضح رہے کیونکہ ہم اپنے روزمرہ تجربہ ومشاہدہ میں اس امر کا یقین رکھتے ہیں کہ ایک پیشہ ور دوسرے پیشہ ور کو جب تک کہ وہ کچھ مدت اس پیشہ کی تعلیم حاصل نہ کرے ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ پس کیونکر ایک شخص جس نے صرف علوم ظاہری میں اپنی عمر کو کھودیا ہے اور میدان قدافلح من ذکها ۹ میں قدم نہیں رکھا اپنے ناچیز اور ہیچ معلومات

حسیہ پر کمالات ولایت ونبوت کا انکار کرسکتا ہے جو مکتب خانہ علمناہ من لدنا ۱۰ ؎ میں حاصل کئے جاتے ہیں۔

اس عنوان کو میں نے کسی قدر زیادہ طول دیا ہے تا کہ ناظرین بخوبی آگاہ ہو جائیں۔ کہ انبیاء کے کمالات کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ انہیں اپنی طرح ایک معمولی انسان نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ اسی خیال نے کفار کو حضور علیہ السلام کی تصدیق سے باز رکھا تھا۔ چنانچہ وہ آپ کے حق میں کہا کرتے۔ **مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق** ۱۱ ؎ دلیل عقلی سے معجزات کا اثبات ممکن ہے کہ کسی ظاہر بین کے لئے موجب تسکین نہ ہوسکے۔ اور اس کو کسی نہ کسی پہلو میں کلام کی گنجائش باقی رہے۔ مگر جو لوگ کمالات روحانیہ کے مالک ہیں اور اسما وصفات وافعالِ ذاتِ باری کی حقیقت کو علم کلام کی کتابوں سے نہیں بلکہ بلاواسطہ تعلیم وحی سے اخذ کرتے ہیں معجزہ وکرامت کو بمقابلہ کمالات نبوت وولایت ایک معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا تو ایمان ہے کہ نبی صاحب شریعت کا رتبہ ارفع اور اعلیٰ ہے۔ اس امر سے کہ اس کو چاند کے پھٹ جانے یا عصا کے اژدھا بن جانے یا انگلیوں سے پانی جاری ہونے تک محدود کیا جائے بلکہ یہ رتبہ تو خاص خاص متبعان شریعت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی حاصل ہوا ہے۔ رہا نہ ماننا اور حجت بازی کرنا سو اس کا کبھی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

قانون فطرت کے رو سے لفظ آیت کا استعمال قرآن مجید میں تین طرح پر ہوا ہے

بعض منکرین معجزہ نے اس امر پر زور دیا ہے کہ لفظ آیت کا استعمال قرآن مجید میں صرف حکم شرعی کے لیے ہوا ہے۔ مگر یہ خیال جب تک کلام اللہ روئے زمین پر موجود ہے اس قابل نہیں کہ کوئی سمجھدار آدمی اس کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوجائے لفظ آیت لغت میں کسی شئے کے نشان یا علامت کو کہتے ہیں مگر کلام الٰہی میں اس کا استعمال تین معنی میں ہوا ہے۔ البتہ لفظ معجزہ بجائے لفظ آیت کے زمانہ نبوت سے بعد کا استعمال ہے سو یہ ایک اصطلاح ہے جس میں مناقشہ نہیں ہوسکتا۔

(۱) کلام مجید کے الفاظ کا ایک ٹکڑا جس کے انجام پر ایک نشان بصورت دائرہ دیا جاتا ہے یہ الفاظ ایک آیت کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ ہر ایک آیت قرآن مجید کی بجائے خود معجز ہے جس کا

معارضہ خارج از امکان ہے اس لئے وہ اپنے منجانب اللہ ہونے کا نشان ہے جس سے تصدیق نبوت پر دلیل قائم کی جاتی ہے پھر چونکہ انہیں الفاظ میں احکام شرائع موجود ہوتے ہیں اس لئے مجازاً لفظ آیات بمعنی احکام لیا جاتا ہے۔

(۲) آیات بمعنی مظاہر قدرت جو زمین و آسمان میں نظر آتے ہیں اور جن کی طرف جا بجا قرآن مجید میں توجہ دلائی گئی ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سب چیزیں علیحدہ علیحدہ اپنے صانع حقیقی کے وجود پر دلالت کرتی ہیں گویا اس کی توحید کا نشان ہیں کماقیل۔

وفی کل شئی لہ آیۃ . تدل علی انہ واحد

مثلا ۱۳ ۱۔ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون .

(۳) آیت بمعنی معجزہ یعنی خرق عادت جو کسی نبی اللہ کے ہاتھ پر اس غرض سے بحکم خداوند جل وعلی صادر ہوتا ہے کہ عوام الناس اس سے نبی کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل قائم کریں۔ وجہ تسمیہ خود ظاہر ہے۔ مثلاً ۱۴ ۱۔ قال ان کنت جئت بآیۃ فات بھا ان کنت من الصدقین. فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ھی بیضاء للناظرین۔ ناظرین انصاف پسند ذرا غور فرمائیں کہ میں نے (۳) میں جو آیت لکھی ہے اس میں لفظ آیت آیا بمعنی بمعجزہ ہے یا حکم شرعی۔ سخت تعجب ہے کہ کس طرح مخالف اس آیت اور دیگر ایسی آیات میں حکم شرعی کے معنی چسپاں کرسکتا ہے سوال یہ عائد ہوتا ہے کہ آیا فرعون کا طالب نشان ہونا بغرض تصدیق نبوت تھا یا کسی حکم شرعی کے حصول کے لئے مگر وہ تو ابھی ایمان ہی نہیں لایا تھا حکم شرعی کا طالب کس طرح ہوسکتا تھا اور ایک تعجب کی بات اور ہے کہ فرعون تو بخیال مخالفِ شرعی کا طالب ہوتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام عصا کا اژدہا بنا دکھلاتے ہیں اور یدِ بیضا پیش کرتے ہیں۔ معاذ اللہ یہ کیسی نامعقول بات ہے پر حق تو یہ ہے کہ جب انسان کو کسی امر کا خبط ہوجاتا ہے تو اسے ہر ایک بات میں اسی امر کا خیال دامنگیر رہتا ہے۔ مخالف کو انکارِ معجزہ نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خواہ مخواہ قرآن مجید کی تحریف معنوی پر آمادہ ہوگیا۔ نعوذ باللہ۔

تنبیہ بعض مفسرین نے آیت کے معنی بعض مواقع پر عبرت کے بھی لئے ہے مثلاً آیہ ۱۵ ۱۔ فالیوم ننجیک ببدنک ولتکون لمن خلفک آیۃ میں۔ مگر یہ ضعیف مذہب ہے کیونکہ اس آیت میں بھی لفظِ آیت بمعنی

حجت و دلیل ہے۔ چونکہ ہر سہ معنی مذکورہ بالا میں یہ خیال مشترک ہے کہ آیت ایک دلیل ہے جس سے ہم مدلول کے اثبات کا یقین حاصل کرتے ہیں اس لئے تینوں معنی بالکل اس قانون طبعی کے مطابق ہیں جس پر فطرت انسانی پیدا کی گئی ہے۔

کیا معجزہ جزء نبوت ہے یا لازم نبوت یا غیر لازم نبوت؟

معجزہ حقیقت نبوت کی جزء نہیں ہے کیونکہ جزء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بدوں اس کے نبوت کا تحقق نہیں ہوسکتا جس طرح انسان کی تعریف میں کہا کرتے ہیں۔ کہ وہ حیوان ناطق ہے اس لئے حیوان انسان کا ایک جزء ہے اور اسی طرح ناطق ایک دوسرا جزء۔ اگر ان ہر دو سے کسی ایک کا عدم فرض کریں تو انسان کی حقیقت کا بھی عدم ہو جائیگا۔ پس نبوت کے متعلق ہم ہرگز معجزہ کا جزء تجویز نہیں کرسکتے۔ مع ہذا اگر جزء مانا جائے تو ایک اور خرابی لازم آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی ہر وقت وصف نبوت سے متصف ہوتا ہے یعنی وہ بلاتوقف ہر لحظہ نبی ہے اگر معجزہ جزء نبوت ہوتو اسے بھی بالفعل ہر وقت موجود ہونا چاہئے مگر ایسا نہیں ہوتا اس لئے معجزہ جزء نبوت نہیں ہوسکتا۔ اور ایک دلیل جزء نبوت نہ ہونے پر یہ ہے کہ معجزہ دلیل ہے اور دلیل مدلول کی ذات سے ایک علیحدہ حقیقت کا نام ہے۔

معجزہ کو ہم غیر لازم بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اکثر حالات میں تصدیق نبوت کے لئے اس کا وجود ضروری ہے ورنہ عام طور پر حجت قطعی در بارہ نبوت مفقود رہے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بدون خرقِ عادت اکثر صورتوں میں ہم کسی اور امر کو دلیل نبوت تجویز نہیں کرسکتے۔ کیونکہ معارف وحقائق خاص خاص لوگوں کے لئے حجت ہوسکتے ہیں نہ ہر ایک کے لئے۔ نیز ان کا کوئی خاص معیار جو نبوت کے لئے ضروری ہے ہم قرار نہیں دے سکتے اخلاقی حالت بھی معیار نہیں ہوسکتی کیونکہ ہمیں یقین نہیں کہ وہ حالت ہمیشہ قائم رہے الغرض منکرین سے بطور سوال پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ تم لوگ کسی نبی کے دعویٰ نبوت کو کس دلیل سے تسلیم کرو گے؟ کیونکہ فرض کرو کہ ایک نبی جو صاحب شریعت نہیں اور در حقیقت وہ خدا کی طرف سے مبعوث ہوا ہے لوگوں کے سامنے بحکم وحی آسمانی اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے۔ اب لوگ کیونکر یقین کریں کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے؟ پس بجز خرق عادت جو لازم

☆ ابدا الناس بالسلام، وحیھم بالبسمة، واعرھم الاھتمام، لتکون حبیبا الی قلوبھم قریبا منھم۔ ☆

منصب نبوت ہے۔کوئی قطعی دلیل ہمارے پاس موجود نہیں۔اس کی مزید تشریح آگے آتی ہے۔

کس طرح معجزہ منصب نبوت سے دلیل و مدلول کا تعلق رکھتا ہے؟

منکرین اعتراض کیا کرتے ہیں کہ نبوت اور معجزہ میں کسی قسم کا تعلق نہیں۔سید (سرسید احمد خاں) صاحب نے اس اعتراض کی تائید میں قاضی ابن رشد کی ایک طویل عبارت کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ معجزہ اور نبوت میں کسی قسم کا تعلق نہیں اور اس لئے وہ دلیل نبوت نہیں ہوسکتا۔سید صاحب ہوں یا ابن رشد اس سے ہمیں کچھ غرض نہیں کیونکہ منکرین کا گروہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔اور چلا جائیگا مگر بات صرف یہ ہے کہ جس امر کو کتاب اللہ اور سنت رسول اور اجماع طبقات ثلاثہ یعنی صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ صحیح تسلیم کرتے چلے آئے ہوں اس کا کسی شخص کی تقلید میں ترک کرنا یا انکار کرنا موجب سلب ایمان ہے اور حق یہ ہے کہ ایک خالص الایمان سے تو ایسا ہونا ممکن نہیں بلکہ سمجھ دار منکرین کا بھی یہ وتیرہ رہا ہے کہ اگر انہیں حقائق کی تصدیق میں کوئی قطعی دلیل نہیں ملی تو انہوں نے صاف لفظوں میں یہ نہیں کہا کہ یہ غلط ہے بلکہ اس پر امکان کا حکم لگا کر اسے معلق چھوڑا۔گو وقوع کے بارہ میں انہیں کوئی دلیل نہ ملی ہو۔

دلیل کی تعریف یہ ہے ”مایلزم من العلم به العلم بشئی آخر ،،یعنی دلیل وہ شئے ہے جس کے علم سے ہمیں کسی دوسری شئے کا علم حاصل ہو اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا یہ تعریف معجزہ پر صادق آتی ہے یا نہیں؟ پس اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ معجزہ کے علم سے ہمیں نبوت کا علم حاصل ہوجاتا ہے تو ہم معجزہ کو دلیل نبوت کہنے میں ہرگز دریغ نہیں کرینگے گو ملحدان یورپ اس کا انکار ہی کریں۔

معجزہ نام ہے ایک ایسے ناقض عادت کا جو کسی نبی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو یعنی جس کا وقوع کسی ایسے قوانین کے ذیل میں نہیں ہوا جو ہمارے ہاں تجربہ و مشاہدہ سے قوانین کلیہ عادیہ کہلاتے ہیں یا یوں کہو کہ ہم اس کے وقوع کا کوئی ایسا سبب قرار نہیں دے سکتے جو ہمارے نزدیک معمولی سلسلہ اسباب میں داخل ہوسکتا ہے۔اس تعریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر کے واقع ہونے کا درحقیقت کوئی سبب نہیں کیونکہ یہ اصل کا لوحی من السماء ہے کسی واقعہ کا ظہور بلا سبب ممکن نہیں۔اس تعریف میں صرف یہ مفہوم داخل ہے کہ ہم اس سبب کی اپنے مسلمہ

روزمرہ اصول پر تشریح نہیں کر سکتے۔ یہ تو حقیقت معجزہ ہے اب نبی مبعوث من اللہ کی حقیقت کو سمجھنا چاہئے۔ معمولی الفاظ میں تو لفظ نبی کا یہی مفہوم ہے کہ ایسا شخص نبی کہلاتا ہے جو خدا کی طرف سے تبلیغ وحی پر مامور ہو اور یہ صحیح ہے۔ مگر درحقیقت نبی وہ فرد کامل نوع انسان کا سمجھا جاتا ہے جس کے قوائے علمیہ وعملیہ بتائید ذات باری اس درجہ کمال کو پہنچ گئے ہوتے ہیں کہ اس سے زیادہ ترقی کرنا محال ہوتا ہے کیونکہ منصب نبوت سے کوئی درجہ کمال انسانی کا نہیں ہوسکتا۔ وہ خدا کی طرف سے ان معارف وحقائق پر آگاہ ہوتا ہے جن کو بدون تعلیم وحی کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا اور وہ ایسی روحانی طاقتوں کا مالک ہوتا ہے کہ تمام دیگر افراد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بعض حکماء نے انبیاء علیہ السلام کے حق میں اس خیال کو یوں ظاہر کیا ہے۔ **ھم اصحاب القوی العظیمة الفائقة** یعنی یہ لوگ بڑی زبردست اور برتر قوا کے مالک ہوتے ہیں۔ الغرض نبی اللہ ایک ایسا شخص ہوتا ہے جس کو خداوند تعالیٰ سے ایک مضبوط تعلق ہوتا ہے۔ اور وہ اس کے حکم سے تعلیم وحی کو افراد امت تک پہنچاتا ہے۔ شیخ بوعلی سینا جو حکمائے اسلام میں بڑا زبردست حکیم گذرا ہے اپنی کتاب شفا کے الٰہیات میں حقیقت نبی پر بحث کرتے ہوئے حسب ذیل لکھتا ہے: **فھذا الانسان اذا وجد یجب ان یسن للناس فی امور ھم سنناباذن اللہ وامرہ ووحیہ وانزال روح القدس علیہ ویکون الاصل الاول فیما بینہ تعریفہ ایاھم ان لھم صانعا واحدا قادرا وانہ عالم بالسر والعلانیة ولاینبغی ان یشغلھم بشئی من معرفة اللہ فوق معرفةانہ واحد حق لاشبیہ لہ**[۱۶] شیخ کے اس قول کی کہ اصل عظیم تعلیم نبی کا توحید ذات باری ہوتی ہے خود قرآن مجید تصدیق کرتا ہے جس کے آیات بینات تعلیم توحید سے مملو ومشحون ہیں اور یہ امر بحکم انا اول المسلمین مسلم ہے کہ نبی اللہ خود تعلیم وحی کا کامل نمونہ ہوتا ہے جس کی تقلید دیگر افراد امت پر حجت ہوجاتی ہے اور حقیقت توحید کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ جس قدر سلسلہائے اسباب عالم کائنات میں نظر آتے ہیں نبی اللہ کی نظر سے اٹھ جاتے ہیں اور یہی عارف کامل کی غایت منتہا ہے کیونکہ اس مقام میں وہ افعال کو بلاواسطہ ذات باری سے صادر ہوتے دیکھتا ہے اور تمام اسباب عادیہ میں ارادہ ذات باری کو علت مستقلہ سمجھتا ہے جب نبی اللہ اسماء وصفات ذات باری کے اس مقام پر ترقی حاصل کرتا ہے تو جمیع اشیائے کائنات اس

☆احذر کلمة (سوف)، وتاخیر الاعمال، والتسویف باداء الواجب، فان ھذا اول الفشل والاخفاق.☆

کی تابع فرمان ہو جاتی ہیں کیونکہ کمال توحید کے ایک ایسے مقام پر اس کو عروج حاصل ہوتا ہے جہاں سے سلسلہ اسباب عادیہ کا آغاز ہوتا ہے اس لئے خداوند جل وعلی کا ارادہ نبی اللہ کے ارادہ کے لئے بطور علت تامہ موثر ہو کر عالم کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ اسی مقام پر تمام راز سربستہ کی حقیقت اصلیہ منکشف ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ جو اس حقیقت کو نہیں پاسکتے ان آثار مافوق العادۃ کے منکر رہتے ہیں۔ ایک عارف کامل کا مقولہ ہے ''لولا الاسباب لما ارتاب مرتاب،،۔ چونکہ نبی اللہ توحید کے درجہ غایت کو حاصل کر لیتا ہے اسلئے یہ ارادہ الہیہ ایسے امور جن کی نسبت ہمارا یقین ہے کہ سوا ذات باری کے معمولی سلسلہ اسباب کے ذریعہ سے وقوع پذیر نہیں ہوتے اس کے ہاتھ پر جاری ہونے لگتے ہیں جن میں ایک صاحب بصیرت کے لئے نہایت لطیف پیرایہ میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ یہ شخص ہمارا برگزیدہ اور مقبول بارگاہ بندہ ہے اور اس کو ہم بغرض تبلیغ عوام الناس کی طرف منصب نبوت کے لئے منتخب کر کے اور کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ کر کے اہل دنیا کے پاس بطور اتمام حجت ارسال کرتے ہیں۔ اور اہل دنیا پر اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام کائنات کے تابع فرمان ہونے کی سند ہماری عطا کی ہوئی اس کے پاس موجود ہے اس سند میں ہم نے اس کو بعض اختیارات دیئے ہیں جن کو وہ ہمارے استصواب پر نافذ کرتا رہیگا گویا اس کا حکم ہمارا حکم ہوگا۔ اس لئے ہر ایک چیز جو انسانی زور و طاقت کے درجہ سے بالاتر ہے اس کے سامنے بجز اطاعت کوئی چارہ نہیں رکھتی اور یہی اس کے خلیفہ ہونے کی دلیل ہے۔ جس کے ذریعہ وہ دیگر افراد انسانی پر ممتاز ہے اس لئے کسی کو بھی اس کی اطاعت سے مجال انکار نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس کو نہ ماننا ہماری خدائی کا انکار کرتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

اس تقریر سے ناظرین پر یہ امر صاف واضح ہو جائیگا کہ معجزہ دلیل نبوت ہے اور اسی خیال کی تصدیق میں قرآن مجید ناطق ہے حیث قال و ذالک برھانان من ربک الی فرعون وملائه یعنی عصا اور ید بیضا' فرعون اور اس کی جماعت کے لئے تجھے بطور حجت کے دئے جاتے ہیں کیا ایسی صریح نص کے ہوتے ہوئے منکر یہ کہ سکتا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت نہیں۔

مذکورہ بالا حقیقت معجزہ اور نبی اللہ میں غور کرنے کے بعد مجھے یقین ہے کہ ایک ایسا شخص جھوٹ اور بیجا ضد کا عادی

نہ ہو معجزہ اور نبوت میں دلیل و مدلول ہونے کا پورا پورا اطمینان حاصل کر سکتا ہے ۱۷ (جاری ہے)

حواشی

۱۔ ہر ایک چیز اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتی ہے۔۔

۲۔ اس تقریر کے سمجھنے کے لئے ذرا زیادہ غور و خوض کی ضرورت ہے اور جب تک مسئلہ صفات کی حقیقت کو نہ سمجھا جائے چنداں اطمینان نہیں ہو سکتا۔ مگر بات نہایت معقول ہے۔۱۲ منہ

۳۔ ہر ایک بچہ ایک خاص فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔۱۲ منہ

۴۔ خدایا ہمیں حقائق اشیاء کا اصلی علم عطا کر۔۱۲ منہ

۵۔ یہ مسئلہ بجائے خود ایک طویل بحث کا مقتضی ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ۱۲ منہ

۶۔ تیرے رب کے لشکر موجودات کو وہی جانتا ہے ۱۲ منہ

۷۔ یعنی عالم روحانی ایک سر عجیب ہے جس کو یہ معمولی عقول قبول نہیں کرتیں بلکہ ان میں طاقت ہی نہیں کہ ان حقائق کا ادراک کر سکیں۔ کیونکہ عقل تجربہ و مشاہدہ کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اور ان امور کا ادراک اللہ کی طرف سے انکشاف ہونے پر مبنی ہے۔ پس کوئی ایسا ہی شخص ان امور کو حاصل کر سکتا ہے ۱۲ منہ

۸۔ جب انسان کامل میں احکام صفات ظاہر ہوتے ہیں اور حقیقت کے ساتھ اس کی ذات کو پورا تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو خداوند کریم فرماتے ہیں کہ میں انسان کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ حملہ آور ہوتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے ایسے انسان کے وجود میں ذات حق کا ظہور ہوتا ہے۔ تب وہ عالم کائنات میں تصرف کرنیکی قدرت پاتا ہے ۱۲ منہ

۹۔ اے پیغمبر مشت سنگریزہ کفار پر تو نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے بعض ملحدین نے اس کا ترجمہ بگاڑ دیا ہے ۱۲ منہ

۱۰۔ مجھے ہزار ہا اس قسم کے مسائل کا یقین ہے جن پر میرے پاس کوئی عقلی دلیل موجود نہیں ۱۲ منہ

۱۱۔ جب تم کوئی ایسا عجیب امر سنو جو پہلے نہ سنا ہو تو اسے دائرہ امکان میں رہنے دو یعنی تکذیب کرو۔ ۱۲ منہ

۱۲۔ علماء راسخین فی العلم کچھ اسرار کے مالک ہوتے ہیں۔ اور ان کے بعد اولیاء اللہ اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام اور ان کے بعد ملائکہ صلوات اللہ علیہم اور ان کے بعد خدائے خالق سموات والارض جمیع اسرار کا عالم ہے ۱۲ منہ

۱۳۔ جس نے نفس کو پاک کرلیا۔ وہ رستگاری پا گیا۔ ۱۲ منہ

۱۴۔ ہم نے پیغمبر علیہ السلام کو اپنے مکتب خانہ میں خود تعلیم دی ہے ۱۲ منہ

۱۵۔ یہ ایک پیغمبر ہے جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے ۱۲ منہ

۱۶۔ ہر ایک چیز میں نشان موجود ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خدائے برتر ایک ہے۔ ۱۲ منہ

۱۷۔ زمین و آسمان میں بہت سے نشانات قدرت موجود ہیں جنہیں غافل لوگ سرسری دیکھ کر ٹال دیتے ہیں اور غور نہیں کرتے۔ ۱۲ منہ

دینی مدارس کے درجہ عالمیہ سے فراغت پانے والے طلبہ کی توجہ کے لئے

آپ نے درجہ عالمیہ کے امتحان کے لئے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہوگا، اگر وہ کسی فقہی معاملہ پر ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ شائع ہو اور لوگ اس سے استفادہ کریں، تو آپ اپنے مقالہ کی کاپی ہمیں ارسال فرمائیں...... اگر مقالہ تحقیقی اعتبار سے معیاری ہوا تو ہم اسے شائع کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں............... اور اگر آپ ہمیں اس کی سی ڈی بھجوا دیں تو آپ نے کمپوزنگ وغیرہ پر جو رقم صرف کی ہو وہ بھی ہم ادا کردیں گے......

(مجلس ادارت مجلہ فقہ اسلامی)

☆ الی ان یجیء الترياق من العراق لمات الملسوع ☆